مولانا مشتاق احمد☆

سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ

نام ونسب

مولانا موصوف چنیوٹ میں راجپوت خاندان کے ایک فرد حاجی احمد بخش ولد قادر بخش کے ہاں ۳۱ دسمبر ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کے والدین نے خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے سے روشنی پھوٹ رہی ہے جس سے گردوپیش کا علاقہ منور ہو رہا ہے۔ آپ کے والد محترم نے قریبی مسجد کے امام صاحب کے سامنے خواب بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا بیٹا عطا فرمائیں گے جو دین اسلام کی خدمت کرے گا اور بکثرت لوگ اس سے استفادہ کریں گے۔ امام مسجد کی یہ تعبیر جس طرح پوری ہوئی محتاج بیان نہیں۔ مولانا چنیوٹی کے آبا واجداد میں سے رائے گل محمد نے سب سے پہلے ساتویں صدی ہجری میں اسلام قبول کیا۔

تعلیم وتربیت

چار سال کی عمر میں آپ کو قریبی مسجد میں حافظ گلزار احمد مرحوم کے پاس ناظرہ قرآن مجید پڑھنے کے لیے داخل کرایا گیا۔ ناظرہ قرآن پڑھنے کے بعد آپ نے اسلامیہ ہائی سکول چنیوٹ میں چھٹی جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ نامساعد گھریلو حالات کی وجہ سے آپ کو سکول سے ہٹا لیا گیا۔ اس کے بعد کچھ مدت تک والد صاحب کے ساتھ کام میں ان کا ہاتھ بٹاتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے چونکہ آگے چل کر آپ سے دین اسلام کا کام لینا تھا، اس لیے چنیوٹ کے معروف عالم دین (احقر کے رشتہ کے دادا جان) حضرت مولانا دوست محمد ساقی فاضل دار العلوم دیوبند کی توجہ مولانا چنیوٹی کی طرف مبذول کرادی۔ وہ روزانہ آکر آپ کو بھی ترغیب دیتے رہتے اور آپ کے والد صاحب محترم حاجی اللہ بخش صاحب کی توجہ بھی اس طرح مبذول کراتے رہتے۔ نتیجتاً آپ ۱۹۴۰ء میں مدرسہ آفتاب العلوم محلہ گڑھا چنیوٹ میں داخل ہو

☆ استاد جامعہ عربیہ چنیوٹ۔

گئے۔ وہاں آپ نے مولانا حبیب اللہ سیالکوٹی، مولانا محمد اسلم حیات گجراتی، مولانا غلام محمد گوجرانوالہ اور مولانا دوست محمد ساقی جیسے فضلائے دیوبند سے کسب فیض کیا۔ قیام پاکستان کے وقت ناموافق حالات کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ منقطع ہوگیا اور اپنے ماموں محمد اکرم صاحب کے ساتھ پنسار کی دکان پر بیٹھنے لگے۔ پھر مولانا ساقی کے ہمت دلانے پر دوبارہ تعلیم شروع کی اور ان کے ساتھ چنیوٹ کے قریبی گاؤں چک سا ہمبل میں چلے گئے، جہاں مولانا ساقی صاحب وہاں کے باشندوں کی دعوت پر ان دنوں درس نظامی کی تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ یہاں آپ نے کم وبیش چار پانچ سال تعلیم حاصل کی۔

۱۹۵۱ء میں آپ دورۂ حدیث کے لیے جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخل ہوئے مگر بعض وجوہ کی بنا پر وہاں سے دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار (سندھ) چلے گئے۔ وہاں آپ نے حضرت مولانا عبدالرحمان کیمبل پوری، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا سید یوسف بنوری اور مولانا اشفاق الرحمان کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے یکتائے روزگار اساتذہ کرام سے کسب فیض کیا۔ دورہ حدیث سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ایک سال مزید ٹھہر کر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی سے مقدمہ ابن الصلاح، مولانا بنوری سے انشاء عربی اور مولانا عبدالرحمان کامل پوری سے علم میراث کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب خیر المدارس ملتان دورۂ حدیث میں آپ کے ہم جماعت تھے۔ علم تفسیر کے لیے حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی اور شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ سے مراجعت کی۔ فن مناظرہ میں کمال حصل کرنے کے لیے دفتر تنظیم اہل سنت ملتان میں حضرت مولانا دوست محمد قریشیؒ، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ اور حضرت علامہ عبدالستار تونسوی سے رد رافضیت کے موضوع پر تربیت حاصل کی۔

مولانا چنیوٹی مرحومؒ اپنے اساتذہ کرام کا انتہائی ادب واحترام کرتے تھے۔ مولانا ساقی مرحوم طبعاً سخت مزاج تھے اور جوانی کے زمانے میں طلبا کو سخت سزا دیا کرتے تھے۔ (بعد ازاں احقر کے تعلیمی زمانے میں نسبتاً کچھ تحمل پیدا ہو گیا تھا) مولانا چنیوٹی نے کبھی آج کل کے طلبا کی طرح مدرسہ بدلنے کے بارے میں نہیں سوچا۔ مولانا چنیوٹی کے برعکس ان کے دو ساتھی گستاخانہ رویہ اختیار کرتے تھے۔ ایک تو مولانا ساقی صاحب کے سامنے ہی زیر لب بڑبڑاتا رہتا تھا، جبکہ دوسرا ڈنڈا پکڑ لیتا اور باقاعدہ مزاحمت کرتا تھا۔ ان دونوں کو علم نافع نصیب نہ ہوسکا۔ امامت وخطابت سے آگے نہ بڑھ سکے بلکہ امامت بھی باقاعدگی سے نہ کر سکے۔ 'باادب بانصیب' کے مقولہ کے مطابق مولانا چنیوٹی صاحب کو استاذ محترم کے سامنے باادب رہنے کا جو صلہ ملا، وہ سب کے سامنے ہے۔

تعلیمی دور سے گزرنے کے بعد بھی جب کہ مولانا پنجاب اسمبلی کے ممبر اور دینی ودنیاوی وجاہت کے مالک تھے، آپ کے باادب ہونے کا یہ منظر بارہا دیکھا کہ مولانا ساقی صاحب چنیوٹی صاحب کے دفتر میں تشریف لاتے تو ابھی وہ دفتر سے باہر ہوتے کہ آپ تمام مصروفیت چھوڑ کر فوراً کھڑے ہو جاتے۔ ادب واحترام سے بات سنتے اوران

کے تشریف لے جانے کے بعد بیٹھتے تھے۔

تعلیمی خدمات

۱۹۵۲ء میں آپ تعلیم سے فارغ ہوئے تو مدرسہ دارالہدیٰ چوکیرہ میں تدریسی فرائض سرانجام دینے لگے۔ سنن ابی داؤد سمیت اعلیٰ درجات کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ چوکیرہ ہی میں مولانا غلام محمد صاحب آف عنایت پور بھٹیاں (چنیوٹ) نے آپ سے تعلیم حاصل کی اور اپنے علاقے میں قادیانیوں کو لوہے کے چنے چبوائے۔ پچاس سے زیادہ قادیانی مولانا غلام محمد کے ہاتھ تائب ہو چکے ہیں۔

مناظر اسلام حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیروی سے آپ کو خصوصی تعلق تھا۔ وہ بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے مشورہ سے آپ چوکیرہ چھوڑ کر جامعہ عربیہ چنیوٹ میں بطور صدر مدرس تشریف لائے۔ جامعہ عربیہ ۱۹۵۴ء میں استاذ القرا قاری مشتاق احمد صاحب قدس سرہ نے چنیوٹ کی شیخ برادری کے تعاون سے قائم کیا تھا۔ انہیں تن تنہا مدرسہ کا نظم چلانے میں دقت پیش آ رہی تھی۔ مولانا چنیوٹی نے قاری صاحب کے اعتماد اور مشورہ سے مدرسہ کا تعلیمی نظام سنبھالا اور شب و روز سخت محنت کر کے اسے اس بلندی پر لے گئے کہ عوامی و حکومتی سطح پر معتبر بنا دیا اور پورے ملک سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے آنے لگے۔ تقریباً تیں پینتیس برس تک یہ معمول رہا کہ شہر میں گھر ہونے کے باوجود پورا ہفتہ مدرسہ میں رہتے تھے اور جمعرات کی شام کو تشریف لے جاتے تھے اور جمعہ کی شام کو پھر واپس آ جاتے تھے اور جانچ پڑتال کرتے کہ جمعرات کو چھٹی لے کر گھر جانے والے طلبہ میں سے کون واپس آیا ہے اور کون نہیں آیا، فجر کی نماز کس نے پڑھی اور کس نے سستی کی۔ سستی کرنے والوں کو خود سزا دیتے تھے۔

بہت عرصہ معمول رہا کہ عشا کے بعد صَرف پڑھنے والے طلبہ کو بلا لیتے اور ان سے صیغے نکلوایا کرتے تھے۔ اگر دو تین دن کے لیے تبلیغی سفر درپیش ہوتا تو جس وقت واپس آتے، خود طلبہ کو بلاتے اور سبق پڑھاتے تھے۔ ان سے بارہا سنا کہ میں سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور راولپنڈی جیسے دور دراز شہروں میں تقریریں کرنے جاتا تھا اور تقریر کے فوراً بعد واپس چل پڑتا اور صبح آ کر اسباق پڑھاتا تھا۔ جامعہ عربیہ کے ایک استاذ مولانا نذر محمد صاحب حیران ہو کر کہا کرتے کہ معلوم نہیں تو انسان ہے یا جن ہے۔

آپ کو صرف و نحو اور علم میراث میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔ آپ سے کئی بار سنا کہ لوگ مجھے ردِ قادیانیت کا ماہر سمجھتے ہیں حالانکہ اس زیادہ مجھے میراث میں دسترس حاصل ہے۔ جامعہ عربیہ میں باضابطہ مفتی متعین نہ تھا۔ علاقہ کے لوگ مولانا مرحوم سے مسائل پوچھنے کے لیے رجوع کرتے اور آپ زبانی اور تحریری طور پر لوگوں کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔ اس طرح آپ نے سینکڑوں فتاویٰ تحریری طور پر جاری کیے۔

جامع مسجد صدیق اکبر محلہ گڑھا چنیوٹ میں آپ نے بحیثیت خطیب تقریباً چالیس سال فرائض سرانجام

دیے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں خالص علمی تقریر کرتے تھے جو کہ روایتی خطیبوں کے حشو وزوائد سے پاک اور دلائل سے مزین ہوتی تھی۔ خطابت کا کبھی آپ نے معاوضہ وصول نہیں کیا۔ علاوہ ازیں دن میں دو بار فجر اور عشا کے بعد درس قرآن دینے کا برسوں معمول رہا۔

قادیانی جامعہ احمدیہ چناب نگر میں فاضل عربی کا کورس کرایا جاتا تھا اور قادیانی لڑکے اور لڑکیاں سرکاری اداروں میں بطور اوٹی ٹیچر تقرری کروا کر مسلمان طلبہ اور طالبات کی گمراہی کا سبب بنتے تھے۔ اس وقت دینی اداروں میں فاضل عربی کرانے کا رواج نہ تھا۔ مولانا چنیوٹی نے قادیانیوں کے توڑ کے لیے جامعہ عربیہ میں فاضل عربی کا اہتمام کیا۔ طلبہ یہاں سے پڑھ کر بطور اوٹی ٹیچر و پروفیسر سکولوں اور کالجوں میں جانے لگے اور اس طرح قادیانیت کی تبلیغ کا راستہ بند ہوا۔

مدرسہ اشرف المدارس محلّہ گڑھا چنیوٹ اور مدرسہ اشرف العلوم محلّہ ترکھانہ چنیوٹ مدتوں آپ کے زیر انتظام رہے، بلکہ اشرف المدارس تو اب بھی ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد چنیوٹ کے زیر انتظام ہے۔ علاوہ ازیں تین اور شاخیں بھی ادارہ کے تحت چل رہی ہیں جن سے سینکڑوں طلبہ مستفید ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

تحفظ ختم نبوت کے میدان میں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے دفتر میں انہی دنوں حضرت امیر شریعت کی زیر سرپرستی علماء کرام کے لیے دار المبلغین قائم کیا گیا جس میں فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ تربیت دے رہے تھے۔ آپ چناب نگر کے پڑوس میں رہنے کی وجہ سے فتنہ قادیانیت کی اہمیت سے کما حقہ واقف تھے اس لیے آپ نے دار المبلغین کے سہ ماہی کورس میں داخلہ لیا اور علماء کرام کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر مولانا محمد حیاتؒ سے کما حقہ استفادہ کیا اور اصل قادیانی کتب سے آگاہی حاصل کی۔ اس کورس میں معروف مناظر مولانا عبد الرحیم اشعر بھی آپ کے ساتھ شریک تھے۔

فاتح قادیان نے مولانا چنیوٹیؒ کے دل ودماغ میں قادیانیت سے نفرت اور تحفظ ختم نبوت سے محبت کے جو شعلے بھر دیے تھے، وہ تازیست اپنی گرمی دکھاتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شریک ہوئے اور چھ ماہ تک قید رہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے وقف کر دیا۔ عملی زندگی میں قدم رکھا تو اپنے استاذ محترم مولانا محمد حیاتؒ سے قادیانیت کے تعاقب اور ختم نبوت کے تحفظ کا عہد کیا اور اس عہد کو نبھانے میں تن من دھن کی کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ ان کا منشور تھا:

نہ کرو غم، ضرورت پڑی تو ہم دیں گے
لہو کا تیل چراغوں میں جلانے کے لیے

انہوں نے اپنے اس منشور کی تکمیل کے لیے تازیست سر دھڑ کی بازی لگائے رکھی۔ جب ختم نبوت کے تحفظ کے

لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تو دینی خدمت کے کسی اور عنوان کی کشش انہیں اپنے راستہ سے ہٹا نہ سکی۔ تحفظ ختم نبوت کی اہمیت مولانا چنیوٹی مرحوم ایک مثال سے واضح کیا کرتے تھے۔ وہ یہ کہ ایک شخص کے چار بیٹے ہیں۔ ایک بہت سی دولت کما کر لے آتا ہے۔ دوسرا باپ کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے۔ تیسرا باپ کا بدن دباتا ہے اور اس کی صحت و آرام کا خیال رکھتا ہے۔ چوتھا باپ کے دشمن کو قتل کرتا ہے۔ باپ چاروں بیٹوں سے راضی تو ہے لیکن زیادہ خوش اس بیٹے سے ہوگا جس نے اس کے دشمن کو قتل کیا ہے۔ فرماتے تھے کہ قادیانی نبی کریم ﷺ کے دشمن ہیں۔ آپ کی ختم نبوت کی چادر کو تار تار کر اسے مرزا قادیانی کو پہنانا چاہتے ہیں۔ دیگر باطل فرقوں کا رد کرنا اپنی جگہ اہم اور ضروری ہے لیکن ان موضوعات کا نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ بلا واسطہ تعلق نہیں۔ رد قادیانیت کا کام ایسا کام ہے جو براہ راست نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ کام اگر خلوص سے کیا جائے تو حضور ﷺ کی خوشنودی کا بہترین اور موثر ذریعہ ہے۔ مولانا مرحوم کا ختم نبوت سے عشق ان کو بے چین رکھتا تھا۔ اپنے اس مشن کی خاطر انہوں نے برطانیہ، امریکہ، جرمنی، بیلجیم، اسپین، ناروے، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، یمن، مصر، بھارت، بنگلہ دیش وغیرہ بیسیوں ممالک کے سفر کیے۔

عملی زندگی کا آغاز مناظروں سے کیا۔ قادیانیوں کے رئیس المبلغین والمناظرین قاضی نذیر قادیانی سے بیسیوں مناظرے کیے۔ اس پر مولانا کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مولانا سے مناظرہ کرتے ہوئے گھبراتا تھا اور بسا اوقات میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا تھا۔ قادیانی ۵۰ء کے عشرہ میں پروپیگنڈا کیا کرتے کہ مرزا قادیانی نے علما کو دعوت مباہلہ دی تھی لیکن کوئی مولوی اور پیر مقابلہ میں نہ آیا۔ مولانا چنیوٹیؒ نے ان کے اس پروپیگنڈے کے توڑ کے لیے مرزا محمود کو دعوت مباہلہ دی۔ اس نے کچھ شرائط پیش کیں جو کہ مولانا نے پوری کر دیں۔ دریائے چناب کے دو پلوں کی درمیانی جگہ مقام مباہلہ کے طور پر متعین ہوئی لیکن وہ تاریخ اور مقام متعین کرنے کے باوجود میدان میں نہ آیا۔ اس کے مرنے کے بعد مولانا چنیوٹی مرزا ناصر، مرزا طاہر اور مرزا مسرور کو دعوت مباہلہ دیتے رہے لیکن وہ تاریخی حقیقت پوری ہو کر رہی جو مولانا ظفر علی خان نے بیان کی:

وہ بھاگتے ہیں اس طرح مباہلہ کے نام سے
فرار ہوا کفر جیسے بیت الحرام سے

مولانا چنیوٹی مرزا محمود سے مباہلہ کی یاد میں ہر سال فتح مباہلہ کانفرنس منعقد کیا کرتے تھے۔ اس میں قادیانی سربراہوں کو دعوت مباہلہ ہوئے یہ تاریخی الفاظ کہتے تھے: ”قادیانی سربراہ موکد بعذاب قسم اٹھائیں کہ مرزا قادیانی نے اور خود انھوں نے کبھی شراب پی ہے، نہ زنا کیا ہے، اور نہ لواطت میں کبھی فاعل اور مفعول بنے۔ ان کے بالمقابل میں موکد بعذاب قسم اٹھاتا ہوں کہ میں ویسے تو بہت گنہگار ہوں لیکن ان چاروں مذکورہ عیوب سے پاک ہوں۔“ مولانا

فرماتے تھے کہ ویمبلے ہال لندن میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے باوضو قرآن مجید ہاتھ میں لے کر جب میں نے قسم اٹھائی تو ہال چیخوں سے گونج اٹھا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا، مولانا چنیوٹی کو ردقادیانیت سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ یہ جنون انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیتا تھا۔ عرصہ چالیس سال سے ۱۰ شعبان سے ۲۵ شعبان تک علما، وکلا، پروفیسر حضرات اور عام پڑھے لکھے نوجوانوں کے لیے کورس کرانے کا معمول رہا جس میں وہ اپنا درد دل اور اپنے تجربات ان تک منتقل کرتے رہے۔ علاوہ ازیں جامعہ اشرفیہ لاہور، دفتر تنظیم اہل سنت ملتان، جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن سمیت ملک کے اہم اداروں میں بھی تربیتی کورسز کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۹۱ء میں ہندوستان میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں پھیلنے لگیں تو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب نے ایک تربیتی کیمپ لگایا۔ ملک بھر کے ہزاروں علما کو مولانا چنیوٹی صاحب نے تربیت دی۔ مولانا چنیوٹی سے تربیت پا کر انڈیا کے علما نے قادیانیت کے تعاقب کا حق ادا کر دیا اور آج وہاں قادیانیت محدود ہو کر رہ گئی ہے۔

مولانا چنیوٹی کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور دیگر سعودی اداروں میں آپ نے ہزاروں طلبا کو تربیت دی۔ ان طلبا میں ایک روایت کے مطابق یحییٰ ابوبکر بھی شامل تھے جو کہ بعد میں گیمبیا کے صدر بنے اور انہوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر ان کی املاک ضبط کر لیں۔

اردو میں کہتے ہیں: ''جادو وہ جو سر چڑھ بولے''۔ بالفاظ دیگر عربی کی ضرب المثل ہے: 'الفضل ما شهدت به الاعداء'۔ پنجابی والے کہتے ہیں، حسن وہ ہوتا ہے جس کا سوکن بھی اعتراف کرے۔ مولانا چنیوٹیؒ کی ردقادیانیت کے محاذ پر خدمات کا اعتراف مرزا طاہر کو بھی کرنا پڑا۔ اس نے قادیانی چینل پر تقریر کرتے ہوئے مولانا چنیوٹی کو 'اشد اعداء نا' (ہمارا سب سے بڑا دشمن) کا خطاب دیا۔

قادیانی مسلمانوں کا روپ دھار کر حصول روزگار کے لیے عرب ممالک خصوصاً سعودی عرب کا رخ کرتے تھے اور وہاں اپنی ارتدادی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔ مولانا چنیوٹیؒ نے اس قسم کے سینکڑوں قادیانیوں کو سعودی عرب سے نکلوایا۔ مولانا چنیوٹیؒ کی ان خدمات سے متاثر ہو کر معروف صحافی و ادیب، مجاہد ختم نبوت آغا شورش کشمیری مرحوم نے آپ کو ''سفیر ختم نبوت'' کا لقب دیا۔

آپ کا ایک اہم ترین کارنامہ ربوہ شہر کے نام کی تبدیلی ہے۔ قادیانی ہمیشہ دھوکہ دیتے تھے کہ قرآن مجید میں جس ''ربوہ'' کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد ربوہ شہر ہے۔ مولانا چنیوٹیؒ اسمبلی میں کوشش کرتے رہے اور ممبران و سپیکر کو قائل کرتے رہے لیکن اسپیکر نہ مانتا تھا، تو مولانا چنیوٹی نے سابق صدر جناب رفیق تارڑ صاحب سے وقت لیا اور ان سے بات کرتے ہوئے رو پڑے اور کہا، صدر صاحب! خدا کے لیے آپ تعاون کریں۔ میری کوئی نہیں مانتا۔ صدر صاحب کی سرزنش پر اسپیکر اسمبلی نے قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی اور تمام ممبران کے اتفاق سے ربوہ کا نام بدل

دیا گیا۔ اس طرح قادیانی مکروفریب کا ایک دروازہ بند ہوا۔ اسی طرح آپ نے صدر ضیاء الحق مرحوم سے ملاقات کی اوران کو مرزا محمود کی تصنیف ''تفسیر صغیر'' میں درج تحریفات کے نمونے دکھائے تو مولانا کی تحریک پر صدر ضیاء نے تفسیر صغیر پر پابندی کے احکامات جاری کیے۔

مولانا چنیوٹیؒ کی قوت حافظہ کمال درجہ کی تھی۔ آخری عمر تک اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آپ کی آخری دور کی تقاریر سن کر حیرانی ہوتی تھی کہ ''ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی''۔

صدر ایوب کے زمانہ میں شیخ محمد شلتوت جو جامعہ ازہر کا شیخ تھا، اس نے فتوی دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور قادیانی اس فتویٰ کی بڑی اشاعت کر رہے تھے۔ مولانا چنیوٹیؒ نے محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ کے مشورہ پر ائمہ حرمین اور مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن باز سے فتاویٰ حاصل کیے اور اس کے بعد اس پر بلا امتیاز مسلک پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش کے ہزاروں علماء کرام کے تائیدی دستخط کرائے (سوائے مولانا مودودی کے کہ انہوں نے دستخط کرنے سے انکار کیا۔ مولانا مودودی کے انکار کے گواہ مولانا عبد المالک آج بھی منصورہ لاہور میں موجود ہیں) اس فتویٰ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے رفع ونزول کو ثابت کیا گیا تھا۔ مولانا نے ان فتاویٰ کے حصول کے لیے جو جدوجہد کی، وہ آپ کے سوانح عمری کا ایک مستقل باب ہے۔ اب ان فتاویٰ کا مجموعہ ''فتاویٰ حیات مسیح'' کے نام سے ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد سے دستیاب ہے۔

مرزا محمود کی تحریر کردہ ''تفسیر صغیر'' انتہائی مختصر ہونے کے باوجود تحریفات کا ایک نادر نمونہ ہے۔ جگہ جگہ غیر محسوس انداز میں تلبیسات وتحریفات بھر دی گئی ہیں۔ استاذ محترم مولانا چنیوٹی ؒ کے پر اصرار حکم پر احقر نے ان تلبیسات وتحریفات کا تنقیدی جائزہ لکھا۔ ترجمہ قرآن مجید میں درج تحریفات کا جائزہ مکمل ہو چکا ہے۔ استاذ مرحوم نے لفظ بلفظ پڑھا اور اپنی تصدیق سے نوازا۔ ''تفسیر صغیر'' کے حواشی پر نقد ونظر کا کام ابھی تشنہ تکمیل ہے۔ بیس پارے مکمل ہو چکے ہیں۔ دس باقی ہیں۔ کاش یہ کام آپ کی زندگی میں مکمل ہو جاتا اور آپ کی آنکھیں مزید ٹھنڈی ہوتیں۔ بہر حال ''وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے''۔

''رد قادیانیت کے زریں اصول'' استاذ مرحوم کی زندگی بھر کی تحقیقات کا بے مثال مجموعہ ہے جو کہ بار بار چھپ کر عوام وخواص سے خراج تحسین وصول کر رہا ہے۔ آپکی بعض دیگر تالیفات کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

(۱) 'القادیانی و معتقداته' ۔ یہ عربی زبان میں قادیانی عقائد پر مختصر اور جامع ومانع رسالہ ہے جو کہ مسجد نبوی ﷺ میں لکھا گیا۔

(۲) ''قادیانی اور اس کے عقائد''۔ یہ 'القادیانی ومعتقداتہ' کا اردو ترجمہ ہے جو کہ آپ کے بھائی مولانا محمد ایوب صاحب نے لکھا۔

(۳) Al Qadyani and His Faith۔'القادیانی ومعتقداتہ' کا انگریزی ترجمہ ہے۔

(۴) ''انگریزی نبی''۔اس رسالہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی انگریز کا خودکاشتہ پودا تھا۔

(۵) ''علماء کنونشن سے خطاب''۔ یہ صدر ضیاء الحق کے طلب کردہ علما ومشائخ کنونشن سے آپ کے خطاب کا متن ہے۔

(۶) دورہ افریقہ

(۷) مناظرہ نائیجیریا

(۸) ''تصویر کے دورخ''۔ یہ مرزا کے تضادات پر مشتمل مختصر رسالہ ہے۔

(۹) The Double Dealer۔''تصویر کے دورخ'' کا انگریزی ترجمہ۔

(۱۰) ''اور وہ اس کو ماں نہ بنا سکے' اس رسالے میں محمدی بیگم والی پیش گوئی پر بحث کی گئی ہے۔

(۱۱) ''مرزا طاہر کی بوکھلاہٹ''۔ مرزا طاہر نے مولانا چنیوٹی سمیت بہت سے علماء کرام کو دعوت مباہلہ دی تھی۔ مولاناؒ نے دعوت قبول کر لی تو مرزا طاہر آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔اس رسالہ میں یہ تمام روئیداد تحریر کی گئی ہے۔

(۱۲) ''پندرہ روزہ کورس''۔آپ ہمیشہ ۱۰ سے ۲۵ شعبان تک اپنے ادارہ میں کورس کراتے تھے۔اس کا اجمالی نصاب اس رسالے میں درج ہے جس کی آپ دوران کورس تشریح کرتے تھے۔

(۱۳) ''حصول الامانی فی الرد علیٰ تلبیس القادیانی''۔ پندرہ روزہ کورس کے نصاب کا عربی ترجمہ ہے جو کہ مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری مرحوم کے فرزند مولانا فداء الرحمان بخاری (کینیڈا)، صاحبزادہ مولانا الیاس صاحب، راقم الحروف وبعض دیگر احباب کی مشترکہ کاوش ہے۔

(۱۴) Africa Speeks the Truth۔''دورہ افریقہ'' کا انگریزی ترجمہ ہے۔

(۱۵) ''برطانیہ میں مراسلت''۔ لندن میں قادیانیوں سے مباہلہ کے لیے آپ کی خط وکتابت ہوئی کی روداد ہے۔

(۱۶) ''الحقائق الاصلیہ''۔ یہ قادیانیوں کے رسالہ ''لمحہ فکریہ'' کا جواب ہے۔

(۱۷) ''فتویٰ حیات مسیح''۔اس کا مفصل ذکر گزر چکا ہے۔

(۱۸) ''مباہلہ کا چیلنج منظور ہے''

(۱۹) ''مناظرہ ناروے''

(۲۰) ''لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا''

(۲۱) ''ملت اسلامیہ کے خلاف قادیانی سازشیں''

(۲۲) ''خسوف وکسوف''۔ قادیانی اخبار 'الفضل' انٹرنیشنل لندن کے خسوف وکسوف نمبر کا جواب۔

(۲۳) ''ربوہ سے چناب نگر تک''۔ ربوہ کے نام کی تبدیلی کے لیے جو کوششیں کی گئیں، اس کتاب میں ان کا تفصیلی ذکر ہے۔

قادیانی مبلغین کے توڑ کے لیے اور رد قادیانیت کے کام کو منظم کرنے کے لیے آپ نے ۱۹۷۰ء میں ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد چنیوٹ میں قائم کیا۔ ادارہ کی طرف سے بلا مبالغہ لاکھوں پمفلٹ اب تک مفت تقسیم کیے جا چکے ہیں۔

آپ نے واشنگٹن امریکہ میں بھی ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس میں آپ کے خصوصی شاگرد مولانا حکیم محمد رفیق صاحب کام کر رہے ہیں۔

رد قادیانیت کے کام کو مزید پھیلانے کے لیے ۱۹۹۱ء میں انٹرنیشنل ختم نبوت یونیورسٹی قائم کی گئی جس کا سنگ بنیاد رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل الشیخ عبداللہ عمر نصیف نے رکھا، تاہم عارضی عمارت میں حفظ وناظرہ کی کلاسیں جاری ہیں۔ اس کے علاوہ پندرہ روزہ سالانہ تربیتی کورسز کا سلسلہ عرصہ چالیس سال چنیوٹ میں جاری رہا۔ اس کے علاوہ مولانا مرحوم مختلف دینی اداروں میں یہی کورس پڑھاتے تھے۔ اس کے باوجود آپ تشنگی محسوس فرماتے تھے۔ اس تشنگی کے ازالہ کے لیے مفکر اسلام علامہ خالد محمود صاحب کی مشاورت سے علماء کرام کے لیے دوسالہ تربیتی کورس کا اہتمام کیا جس میں ان کو تقابلی مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ احقر اس شعبہ میں بھی پانچ چھ سال سے مصروف کار ہے۔ پندرہ سے زائد فضلائے کرام یہ کورس مکمل کر چکے ہیں۔

احقر راقم الحروف کو مولانا چنیوٹی سے خاص تعلق تھا۔ وہ احقر کے رشتہ کے دادا جان مولانا دوست محمد ساقی مرحوم کے خاص شاگرد تھے اور احقر ان کا خصوصی شاگرد ہے۔ اس دوطرفہ تعلق کی وجہ سے ہمیشہ استاذ محترم سے انتہائی محبت وعقیدت رہی۔ محبت وعقیدت کی اس شمع کو حوادثات زمانہ بجھا نہ سکے۔ تحدیث نعمت کے طور عرض ہے کہ استاذ مکرم مولانا منظور احمد چنیوٹی کو اس عاجز پر ہمیشہ اعتماد رہا ہے۔ وہ اپنے پاس آنے والے بہت سے خطوط کے جوابات لکھنے کی ذمہ داری اس عاجز پر ڈالا کرتے تھے۔ الحمد للہ ان کے اعتماد پر پورا اترتا رہا۔ احقر کی کئی تصانیف پر استاذ محترم کی تصدیقات درج ہیں۔ احقر کو آپ کے ساتھ ایک اور دس کی نسبت بھی نہیں ہے۔ کہاں ان کی پر مشقت زندگی اور علمی اور عملی کمالات اور کہاں ایک گوشہ نشیں مسکین طبع شخص۔ تاہم آپ نے کئی دفعہ اس امر کا برملا اظہار کیا کہ مولوی مشتاق کا مطالعہ مجھ سے زیادہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ آپ کی خورد نوازی ہے، ورنہ من آنم کہ من دانم۔

مرزا طاہر احمد نے ۱۰ جون ۱۹۸۸ء کو دنیا بھر کے مسلمانوں کو مباہلہ کی دعوت دی۔ اس دعوت کو مختلف زبانوں میں شائع کر کے پوری دنیا میں تقسیم کیا گیا۔ مرزا طاہر کی اس دعوت مباہلہ کو علماء کرام نے مرزا قادیانی کے اس عہد کے منافی قرار دیا جو کہ مرزا قادیانی نے ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں تحریری طور پر کیا تھا

کہ میں اور میرے پیروکار آئندہ کے لیے مسلمانوں کو دعوت مباہلہ نہیں دیں گے۔

مولانا چنیوٹیؒ نے ۱۹۵۶ء میں مرزا طاہر کے والد مرزا محمود کو دعوت مباہلہ دی تھی لیکن اس نے راہ فرار اختیار کی تھی۔ اس کے مرنے کے بعد مرزا ناصر اور مرزا طاہر نے بھی دعوت مباہلہ قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ اس انکار کے بعد مرزا طاہر کا پوری دنیا کے مسلمانوں کو خصوصاً علماء کرام کو دعوت مباہلہ دینا ایک فضول حرکت تھی۔ لیکن اتمام حجت کی خاطر دیگر علما کی طرح مولانا چنیوٹیؒ نے بھی دعوت مباہلہ قبول کر لی اور اپنے شائع کردہ بیان میں چالیس دن کی مہلت دی کہ چالیس دن کے اندر مرزا طاہر مباہلہ کی تاریخ، مقام اور وقت کا اعلان کرے، ورنہ اس کی شکست تصور کی جائے گی۔ مولانا چنیوٹی نے ۲۵ اگست کو مرزا طاہر کے نام یہ پیغام بذریعہ ڈاک ارسال کیا اور روزنامہ جنگ لاہور میں ۱۵ ستمبر ۱۹۸۸ء کو یہ پیغام شائع ہوا۔

مرزا طاہر نے بوکھلا کر ۲۵ نومبر ۸۸ء کو تقریر کی اور کہا کہ اگلے سال ۱۵ ستمبر تک مولانا چنیوٹی مباہلہ کے نتیجہ میں ہلاک ہو جائیں گے۔ مولانا چنیوٹی نے ۱۳۔ اگست ۱۹۸۹ء کو ویمبلے ہال لندن میں تقریر کرتے ہوئے مرزا طاہر کو دوبارہ دعوت مباہلہ دی اور اس کی ہلاکت والی دھمکی کو قبول کیا۔ یکم اکتوبر ۱۹۸۹ء کو ویمبلے ہال لندن میں پانچویں سالانہ ختم نبوت میں جب مولانا چنیوٹی تقریر کے لیے اٹھے تو مرزا طاہر کے معتمد خاص اور اسکے لندن ہیڈ کوارٹر کے شعبہ عربی کے ڈائریکٹر حسن محمود عودہ صاحب اگلی صف سے اٹھ کر سٹیج پر آ گئے اور مولانا چنیوٹی اور مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر قادیانیت سے توبہ کرنے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور کہا: 'انا اول ثمرة هذا المباهلة'۔

مولانا چنیوٹی کے خلاف یہ پیش گوئی مرزا طاہر کو مہنگی پڑی اور اسے ذلت نصیب ہوئی۔

(۱) ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو قادیانی اپنا صد سالہ جشن نہ منا سکے۔

(۲) دسمبر ۱۹۸۹ء میں چناب نگر میں جلسہ نہ کر سکے۔

(۳) ربوہ میں کئی قادیانی بہائی ہو گئے۔

(۴) کھاریاں، سرگودھا وغیرہ کئی علاقوں میں قادیانیت کا صفایا ہو گیا۔

(۵) مرزا طاہر کے معتمد خاص حسن محمود عودہ نے اسلام قبول کر لیا۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے مولانا چنیوٹی پر کئی انعامات کیے:

(۱) وہ صوبائی اسمبلی پنجاب کے دوبارہ ممبر منتخب ہوئے۔

(۲) رابطہ عالم اسلامی کی دعوت پر حج کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۳) مصر میں شیخ جامعہ الازہر سے ملاقات کی اور ان کو قادیانی سازشوں سے آگاہ کیا۔

(۴) لندن میں ۱۳۔ اگست ۱۹۸۹ء کو ایک دفعہ پھر مرزا طاہر کو للکارا لیکن اسے سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی۔

(۵) ۲۹۔اگست ۱۹۸۸ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا چنیوٹی صاحب کو پہلا پوتا عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے ضیاء الحق رکھا۔

مرزا طاہر احمد نے ۱۳۔اگست ۱۹۹۵ء کو بیان دیا کہ مولانا چنیوٹی مختلف حیلے بہانے کر کے مباہلہ سے فرار حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ''جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانا چاہیے'' کی مشہور ضرب المثل پر عمل کرتے ہوئے مولانا چنیوٹی نے مرزا طاہر احمد کو ایک بار پھر دعوت دی کہ وہ ۵۔اگست ۱۹۹۵ء کو مباہلہ کے لیے ہائیڈ پارک لندن آجائے۔ یہ دعوت ۴۔اگست ۹۵ء کو روزنامہ جنگ لندن میں شائع ہوئی۔ مولانا عبد الحفیظ مکی، مولانا ضیاء القاسمی، علامہ خالد محمود صاحب، میاں اجمل قادری صاحب اور دیگر علما سمیت مولانا چنیوٹی ۵۔اگست کو دوپہر بارہ بجے سے دو بجے تک انتظار کرتے رہے لیکن مرزا طاہر مقابلے میں نہ آسکا۔

مولانا چنیوٹی مرحوم کی جواں ہمتی، سخت کوشی اور تحفظ ختم نبوت سے عشق کے بے شمار واقعات ہیں جن میں سے دو واقعات یاد آرہے ہیں جو کہ آپ سے ہی بار بار سنے ہیں۔ انہی کی زبانی ہی ملاحظہ فرمائیں:

(۱) کوٹلی آزاد کشمیر سے بریلوی مکتبہ فکر کے ایک صاحب (احقر کو نام یاد نہیں رہا) کا خط آیا کہ قادیانی یہاں گمراہی پھیلا رہے ہیں، آپ تشریف لائیں۔ میں نے کتابوں کا بکس اٹھایا اور چل پڑا۔ میزبان کے ہاں پہنچا اور جلسہ عام کا اعلان ہو گیا۔ میں نے ۹ بجے سے ۲ بجے تک تقریر کی تو لوگوں نے رات کو بھی تقریر کا مطالبہ کیا۔ میں نے منظوری دے دی۔ چنانچہ رات عشا کے بعد بھی میں واحد مقرر تھا اور رات کے ڈیڑھ بجے تک تقریر کی۔ اس وقت دوران تقریر پچاس سے زائد سوالات کی پرچیاں جمع ہو گئیں۔ تقریر ختم کرنے کے بعد پہلی پرچی اٹھائی تو میزبان ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا کہ آپ اپنے اوپر بھی رحم کھائیں اور ان لوگوں پر بھی جو صبح سے اب تک آپ کے ساتھ ہیں۔ اس پر دوسرے دن ۹ بجے کا وقت مقرر ہوا۔ ہزاروں لوگ پھر جمع ہو گئے اور اس اجتماع میں تین چار گھنٹے صرف کر کے ان بیسیوں سوالات کا جواب دیا۔

(۲) بنگلہ دیش کے دورہ پر گیا۔ وہاں صبح سے بارہ بجے تک ایک مدرسہ میں اور ظہر سے عصر تک دوسرے مدرسہ میں تربیتی کورس کراتا تھا۔ عصر کے بعد تبلیغی مرکز میں تقریر اور عشا کے بعد دو تین گھنٹے جلسہ عام سے خطاب۔ یہ پندرہ، بیس دن مسلسل معمول رہا۔ جوانی کا زمانہ تھا، صحت اچھی تھی، تھکتا نہ تھا۔ واضح رہے کہ یہ دونوں واقعات آپ کی عمر کے سن ساٹھ کے عشرہ کے ہیں۔

ان واقعات کی عملی تصدیق اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ پیرانہ سالی اور جسمانی عوارض کے باوجود انتقال سے ڈیڑھ دو ماہ پہلے تک دور دراز اسفار کا معمول برقرار رہا۔ سفر کرنے سے کبھی نہ تھکتے تھے۔ آپ کے عوارض اور مصروفیات کو دیکھ کر ڈاکٹر بھی حیران پریشان ہوتے رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم حیران ہیں کہ مولانا ان عوارض کے ساتھ کیسے زندہ ہیں؟

مولانا چنیوٹی تحفظ ناموس صحابہؓ کے میدان

مولانا چنیوٹی نے چونکہ حضرت علامہ دوست محمد قریشی اور علامہ عبدالستار صاحب تونسوی مدظلہ سے تربیت حاصل کی تھی اور حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب چوکیروی قدس سرہ سے بھی استفادہ کرتے رہے، اس لیے آپ کو تحفظ ناموس صحابہؓ پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ تازیست حضرات خلفائے راشدینؓ، حضرات حسنینؓ، حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل ومناقب اور مخالفین کے ان پر اعتراضات کے جوابات پر مبنی تقریریں کرتے رہے۔ آپ کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ آج سے چالیس سال پہلے خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدینؓ اور اہل بیت کے اسماء گرامی کے ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کا نام بھی لیتے تھے۔

یہ وہ دور تھا کہ جہالت کی وجہ سے بہت سے سنی حضرات بھی حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں ذہن صاف نہ رکھتے تھے اور مولانا مرحوم پر اعتراض کرتے تھے۔ مولانا چنیوٹی سپاہ صحابہؓ سے ہمدردی تو رکھتے تھے لیکن ان کے مخصوص نعروں کے عام جلسوں میں لگائے جانے سے متفق نہ تھے۔ جامعہ عربیہ چنیوٹ کی مسجد میں سالانہ ردمرزائیت کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ شہید ناموس صحابہ مولانا اعظم طارق مرحوم مہمان خصوصی تھے۔ مولانا اعظم طارق کی تقریر سے پہلے کسی نے ''کافر کافر شیعہ کافر'' کے نعرے لگائے تو مولانا چنیوٹی نے برملا ڈانٹا کہ تم اچھل اچھل کر نعرے لگانے والے تو جلسہ کے بعد اپنے گھروں کو چلے جاؤ گے۔ یہ غریب (مولانا اعظم طارق) جیل چلا جائے گا۔ ان کو جیل سے باہر بھی رہنے دو۔ کیا انہیں جیل بھیجنا چاہتے ہو؟ مولانا اعظم طارق مرحوم عجیب تاثرات کے ساتھ مولانا چنیوٹی کو دیکھتے رہے لیکن اپنی تقریر میں بھی کوئی تبصرہ نہ کیا۔

مولوی محمد اسماعیل گوجروی (شیعہ) کے ساتھ آپ نے چار مناظرے کیے۔ تاج الدین حیدری کے ساتھ گکھڑ منڈی میں مناظرہ کیا۔ دوبئی میں آپ نے شیعہ حضرات کے آٹھ سوالات کے جوابات دیتے ہوئے تاریخی تقریر کی جس پر شیعہ نے قاتلانہ حملہ کیا۔ پاکستان میں بھی دو تین حملے کیے گئے تاہم مولانا چنیوٹی محفوظ رہے۔

تحفظ ناموس صحابہؓ کے موضوع پر آپ کی تقریریں ہمارے فاضل دوست مولانا بلال احمد صاحب اور مولانا محبوب احمد صاحب مرتب کر رہے ہیں جو کہ ظاہر ہے ایک اہم علمی تحفہ ثابت ہوگا۔

مولانا چنیوٹی کی حق گوئی

مولانا چنیوٹی بے باکی اور حق گوئی میں علمائے دیوبند کے صحیح وارث تھے۔ انہیں بجا طور پر ترجمان علماء دیوبند کہا جا سکتا تھا۔ جمعہ کی تقریر میں آخری دس پندرہ منٹ حالات حاضرہ، مقامی سیاستدانوں اور جاگیرداروں کے مظالم پر تنقیدی جائزہ لیا کرتے تھے۔ کبھی قادیانیت کو للکار رہے ہیں، کبھی وڈیروں اور جاگیرداروں کے مظالم کے خلاف

صدائے احتجاج بلند کر رہے، کبھی حکومت وقت اور بیورو کریسی پر تنقید فرما رہے ہیں، کبھی پرویزیت کا پوسٹ مارٹم ہو رہا ہے، کبھی شرک وبدعت اور رسومات محرم کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ غرض ساری عمر ایک چومکھی لڑائی لڑتے رہے۔ ایک سابق وزیر اعظم کی بیوی کے سابق امریکی صدر فورڈ کے ساتھ رقص کرنے کی تصویر اخبار میں شائع ہوئی تو مولانا چنیوٹی نے ایک مقام پر اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بے غیرتی میں خنزیر سب سے بڑھ کر ہے۔ ہمارے وزیر اعظم کو بھی غیرت نہیں آئی۔ یہ وزیر اعظم ہے کہ خنزیر اعظم ہے۔ مقدمہ بنا۔ آپ گرفتار ہوئے۔ بہاولپور میں ریاستی جبر کی انتہا کر دی گئی۔ قید تنہائی، ہتھکڑیاں، بیڑی، بازاری لوگوں کے ہاتھوں ایذا رسانی کے مراحل سے گزرنا پڑا۔ کوئی جج ضمانت لینے کو تیار نہ تھا۔ آخر لاہور ہائی کورٹ کے جج جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال نے ضمانت لی۔

واقعہ تو یہ ہے کہ مقامی افسران، اعلیٰ افسران، قادیانی ڈیرے دار اور باطل گروہ سب کے سب آپ سے لرزہ بر اندام رہتے تھے۔ حق گوئی کی وجہ سے آپ کو بار بار قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ مولانا چنیوٹی کی قید و بند کا مکمل ریکارڈ تو محفوظ نہیں رہ سکا، تاہم جو ریکارڈ دستیاب ہوا، اس کے مطابق آپ کی قید و بند کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ۶ ماہ ڈسٹرکٹ جیل جھنگ اور بورسٹل جیل لاہور میں قید رہے۔
- ۱۹۶۰ء میں تین ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل جھنگ میں قید رہے۔
- ۱۹۷۱ء میں یحییٰ خان کے مارشل لا کے دور میں ایک سال منٹگمری جیل میں قید رہے۔
- ۱۹۷۲ء میں قادیانیوں کو کافر کہنے کے جرم میں شیخوپورہ میں قید رہے۔
- ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کو آشکار کرنے پر ایک ماہ ڈسٹرکٹ جیل جھنگ میں قید رہے۔
- ۱۹۷۴ء میں حکمرانوں کے غیر اخلاقی کریکٹر پر تنقید کر کے جرم میں بہاولپور میں قید رہے۔
- مسجد صدیق اکبر چنیوٹ میں سید عطاء المحسن شاہ بخاری کی تقریر کرانے کے جرم میں سنٹرل جیل فیصل آباد میں ایک ماہ کے لیے نظر بند کر دیے گئے۔
- ۱۹۷۷ء میں قادیانیت کے خلاف تقریر کرنے پر سیالکوٹ میں گرفتار ہوئے۔
- تحریک نظام مصطفی ﷺ کے سلسلہ میں ۳ ماہ سنٹرل جیل و کیمپ جیل لاہور میں قید رہے۔
- ۱۹۷۴ء کے تاریخی فیصلہ کی تائید پر پرانے مقدمہ میں ایک ماہ کے لیے ڈسٹرکٹ جیل جھنگ میں قید رہے۔
- ۱۹۸۵ء میں ساہیوال میں قادیانیوں کی دہشت گردی سے شہید ہونے والے مسلمانوں کے جنازہ میں شرکت سے روکنے کے لیے گرفتار کر لیے گئے۔
- ۱۹۹۷ء میں منڈی بہاؤالدین میں محرم الحرام کی فضیلت پر بیان کرتے ہوئے گرفتار ہوئے۔
- ۱۹۹۵ء تک آپ کے خلاف زبان بندی کے ۱۵۰ احکام جاری ہوئے۔

علالت وانتقال

زندگی بھر کی طویل جدوجہد کے بعد مولانا چنیوٹی سن رسیدہ ہونے کی اس منزل کی جانب بڑھ رہے تھے جہاں انسان آرام کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور پرسکون زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ مولانا چنیوٹی نے ایک ابتدائی قدم تو اٹھایا کہ بیرون ملک ایک رفیق سفر کی ضرورت محسوس کرتے تھے لیکن عمر رسیدگی، بیماری، اعصابی تھکاوٹ کے باوجود عشق مصطفی ﷺ کی حرارت نے انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ کوئی بیماری اور رکاوٹ ان کے قدموں کی زنجیر نہ بن سکی۔ پندرہ روزہ تربیتی کورس میں احقر نے بارہا یہ منظر دیکھا کہ احقر نوجوان اور مجموعی طور پر صحت مند ہونے کے باوجود ایک نشست میں ڈیڑھ دو گھنٹے سے زائد نہ پڑھا سکتا تھا لیکن آپ نہ جانے کس مٹی کے بنے ہوئے تھے کہ ضعف و پیری کے باوجود تین چار گھنٹے پڑھانا آخر دم تک معمول رہا۔ تھکاوٹ اور بیماری کا سامعین کو احساس تک نہ ہوتا تھا۔ قوت حافظہ اور آواز کی گونج آخر تک قائم رہی:

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اپنی وفات سے تین چار ماہ پہلے لالیاں کے قریب کسی گاؤں میں تقریر کرنے گئے، وہاں قادیانی بھی رہتے تھے۔ اس وجہ سے پولیس والے بھی آئے ہوئے تھے۔ احقر کو تخصص کے ایک طالب علم نے بتایا کہ آپ پولیس کو دیکھ کر بڑے غصہ میں کہنے لگے کہ میرے جسم میں اتنا دم خم ہے کہ میں ہتھکڑیاں اب بھی برداشت کر سکتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے اپنے دونوں بازو فضا میں لہرائے۔ گردوں کی خرابی، دل کی بڑھوتری اور شوگر سمیت پانچ چھ امراض لاحق تھے لیکن وفات سے ایک ماہ پہلے تک تبلیغی اسفار جاری رہے۔

احرار مسجد چناب نگر میں بارہ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے احراری زعما خصوصاً محترم عبداللطیف چیمہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، اب میری دو آرزوئیں رہ گئی ہیں۔ مجھے اپنی موت قریب محسوس ہو رہی ہے۔ میں آپ حضرات کو وصیت کرتا ہوں کہ ان دونوں کاموں کی طرف جماعتی سطح پر توجہ فرمائیں اور ان کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں:

(۱) قادیانی اوقاف کا سرکاری تحویل میں جانا۔

(۲) شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا اضافہ۔

آپ نے صرف احراری زعما کو ہی وصیت کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مجلس عمل کے ارکان پارلیمنٹ کو خطوط لکھ کر، فون اور ملاقاتیں کر کے توجہ دلاتے رہے۔ اسی مقصد کے لیے قائد حزب اختلاف مولانا فضل الرحمان صاحب سے ملاقات کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ کئی ماہ کی کوشش کے باوجود ملاقات نہ ہو سکی۔

شریف خاندان کے قائم کردہ شریف میڈیکل سٹی میں تین ہفتے زیر علاج رہے۔ لیکن ''الٹی ہو گئیں سب

تدبیریں'' اور ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق آخر وہ وقت آپہنچا جس سے نہ کوئی نبی بچا ہے اور نہ ہی ولی۔ ۲۷ جون کو ذکر الٰہی کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے اور ''عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا''۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنازہ ۲۷ جون کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں ہوا جو ان کی وصیت کے مطابق ولی کامل، حضرت مولانا سید نفیس حسینی شاہ صاحب دام مجدہ نے پڑھایا۔ ۵۰ ہزار سے زیادہ کا مجمع تھا۔ جب ۲۷ کی شام کو آپ کی میت چنیوٹ پہنچی تو چنیوٹ سے کئی کلومیٹر دور پانچ چھ ہزار سے زائد افراد سواریوں پر اور پیدل استقبال کے لیے موجود تھے۔ ۲۸ جون کی صبح چنیوٹ شہر کا ہر شہری گورنمنٹ اسلامیہ کالج چنیوٹ کی طرف رواں دواں تھا۔ پورے ملک سے ہزاروں فرزندان توحید جنازہ میں شرکت کے لیے پہنچے۔ اسلامیہ کالج اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ ثابت ہوا۔ فیصل آباد روڈ اور لاہور روڈ پر کئی فرلانگ تک صفیں تھیں:

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

جنازہ میں ملک بھر سے علماء کرام، مشائخ عظام، حفاظ وقرا اور عوام الناس نے شرکت کی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد کا اجتماع تھا۔ جنازہ دیکھ کر مخالف مذہب و پارٹی سے تعلق رکھنے والے ایم این اے نے کہا کہ ہماری تو اب آنکھیں کھلی ہیں۔ اب پتا چلا ہے کہ مولانا چنیوٹی کیا تھے۔ افسوس کہ چنیوٹ کے عوام نے ان کی قدر نہ کی۔ آپ کا جنازہ حضرت سید علاء الدین شاہ صاحب قدس سرہ کے اجل خلیفہ حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ نے پڑھایا اور آپ کو جامعہ عربیہ کے پڑوس میں واقع قبرستان پیر حافظ یعقوب میں دفن کیا گیا جہاں آپ کی قبر پر روزانہ بے شمار لوگ فاتحہ پڑھنے آ رہے ہیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آپ کے انتقال کے بعد علماء کرام، عوام الناس، ارباب مدارس اور ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے افراد اور ادارے، سب اپنے آپ کو تہی دامن محسوس کر رہے ہیں۔ ''اک شجر سایہ دار تھا نہ رہا''۔ بالفاظ دیگر

جب سے اس نے شہر کو چھوڑا ہر رستہ ویران ہوا
میرا کیا ہے، سارے شہر کا اک جیسا نقصان ہوا

مولانا چنیوٹی کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں: مولانا محمد الیاس صاحب، مولانا محمد ادریس صاحب، مولانا محمد ثناء اللہ صاحب، مولانا محمد بدر عالم صاحب۔ چاروں صاحبزادے حافظ قرآن اور عالم دین ہیں۔ مولانا محمد الیاس صاحب بالخصوص اچھا علمی ذوق اور قادیانی تعاقب کا درد رکھتے ہیں۔ اللھم زد فزد۔ آمین